بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک قراءت خلف الامام

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مذہب اہل السنت والجماعت احناف:

مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورت فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت کی قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ نماز جہری ہو یا سری بلکہ اسے خاموش رہنے کا حکم ہے۔

الدر المختار میں ہے: (وَالْمُؤْتَمُّ لَا يَقْرَأُ مُطْلَقًا) وَلَا الْفَاتِحَةَ فِي السِّرِّيَّةِ اتِّفَاقًا...... (فَإِنْ قَرَأَ كُرِهَ تَحْرِيمًا) ......(بَلْ يَسْتَمِعُ) إذَا جَهَرَ (وَيُنْصِتُ) إذَا أَسَرَّ۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج2 ص326، 327، کذا فی اللباب فی شرح الکتاب للمیدانی ج1 ص39)

مذہب غیر مقلدین:

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بغیر سورت فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی اور اس کے بعد والی سورت پڑھنا منع ہے۔

☆ محمد رئیس ندوی۔ جامعہ سلفیہ بنارس (انڈیا):

”امام کے پیچھے مقتدی کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس سے زیادہ ممنوع ہے۔“ (مجموعہ مقالات پر تحقیقی سلفی جائزہ: ص388)

☆ حافظ محمد گوندلوی۔ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ گوجرانوالہ:

”اور ہماری تحقیق میں فاتحہ خلف الامام ہر نماز میں جہری ہو یا سری، فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔“

(خیر الکلام فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام: ص33)

☆ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن:

”جو شخص نماز میں اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ رہا ہو یا نوافل، امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو یا کوئی اور سورۃ، بلند آواز پڑھ رہا ہو یا آہستہ اگر اسے سورۃ فاتحہ آتی ہو یا پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہو گی۔“ (نمازِ نبوی: ص150)

☆ فتاویٰ علماءِ حدیث؛ ترتیب و تالیف ابو الحسنات علی محمد سعید:

”امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔“ (ج3 ص112)

دلائل اہل السنت والجماعت

قرآن کریم مع التفسیر:

قال اللہ عزوجل: وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (سورۃ الاعراف: 204)

اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

قال أحمد: فالناس علی أن هذا فی الصلاة وعن سعيد بن الْمُسَيَّبِ و الحسن و إبراهيم و محمد بن كعب و الزهري أنها نزلت فی شأن الصلاة وقال زيد بن أسلم و أبو العالية كانوا يقرأُون خلف الإمام فنزلت: (وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) وقال أحمد فی رواية أبي داؤد: أجمع الناس على أن هذه الآية فی الصلاة ولأنه عام فيتناول بعمومه الصلاة۔ (المغنی لابن قدامۃ ج2 ص117، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج22 ص150)

تفسیر نمبر 1:

قَدْ اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458ھ :أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصَّفَّارُ، نا عبيد بن شَرِيكٍ، نا ابن أبي مريم، نا ابن لَهِيعَةَ، عن عبد الله بن هُبَيْرَةَ، عن عبد الله بن عباس، «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلاة فقرأ أصحابه وراءه فخلطوا عليه فنزل (وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) فهذه في المكتوبة» ثم قال ابن عباس: «وإن كنا لا نستمع لمن يقرأ إنا إذًا لأجفى من الحمير» (کتاب القراءۃ للبیہقی ص109 رقم الحدیث:255)

تحقيق السند: اسناده حسن ورواته ثقات۔

اعتراض :

اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن لھیعہ بن عقبہ ضعیف و مجروح ہے۔لہذا یہ روایت حجت نہیں۔

جواب:

اولاً۔۔۔۔امام عبد اللہ بن لھیعہ بن عقبہ بن فرحان (م174ھ) صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، یہ مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض حضرات نے اگرچہ ان پر کلام کیا ہے لیکن بہت سے ائمہ نے ان کو الحافظ،الامام الکبیر، عالم، محدث، العلامۃ، محدث الدیار المصریۃ قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لم يكن بمصر مثل ابن لهيعة وكثرت حديثه و ضبطه واتقانه

(العِبَر فی خبر مَنْ غَبَر للذھبی ج؛1؛ص؛135، تذکرۃ الحفاظ للذھبی؛ج؛1ص؛174، سیر اعلام النبلاء للذھبی ج؛6؛ص284، التھذیب لابن حجر؛ج3ص622 رقم الترجمہ 4134، التقریب لابن حجر:ص353 رقم الترجمہ 3563)

محدثین کے ہاں جو راوی مختلف فیہ ہو اس کی روایات حسن درجہ کی ہوتی ہیں۔(فتح المغیث للسخاوی:ج۳ص۳۵۹، قواعد فی علوم الحدیث:ص75)

لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ ایک حدیث کی سند نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة ثنا ابن لهيعة عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الخير عن عقبة بن عامر قال الخ

(جامع الترمذی؛ج1ص؛288باب ماجاء مایحل من اموال اھل الذمۃ)

اس کے بعد فرماتے ہیں: " هذا حديث حسن "اور اس میں ابن لھیعۃ موجود ہے۔

اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کئی مقامات پر ابن لھیعۃ کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مثلاً

1: وعن جابر رضى الله عنه قال: أمر النبي صلى الله عليه وسلم سُحَيْمًا أَنْ يُؤَذِّنَ في الناس أن " لا يدخل الجنة إلا مؤمن "

رواه أحمد وفيه ابن لهيعة وإسناده حسن (ج1ص213 باب فی الاسلام والایمان)

2: وعن عبد الله بن الحارث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لوددت أن بيني وبين أهل نجران حجابا من شدة ما كانوا يجادلونه.

رواه البزار والطبراني في الكبير وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن (ج1ص387 باب فی المعضلات والمشکلات)

3: وعن معاوية بن خديج قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: غدوة في سبيل الله أو روحة خير من الدنيا وما فيها۔

رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات (ج3ص428 باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ)

ثانیاً۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحسن وھو فی الاحتجاج کالصحیح عند الجمھور

(اختصار فی علوم الحدیث لابن کثیر: ص39 النوع الثانی)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح موقوفاً روایت مروی ہے جو اس کی موید ہے۔

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق المزكي، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عَبْدُوس، نا عثمان بن سعيد نا عبد الله بن صالح، حدثني معاوية بن صالح، عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس، في قوله: «(وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) يعني في الصلاة المفروضة»

(کتاب القراءۃ للبیہقی: ص109 رقم الحدیث 254)

ایک مقام پر زبیر علی زئی غیر مقلد نے مرفوع ضعیف کو بوجہ موقوف صحیح کے حسن قرار دیا ہے (نور العینین لعلی زئی ص 333) جبکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ضعیف نہیں بلکہ حسن ہے تو یہ موقوف صحیح کی وجہ سے مزید قوی بن جائے گی۔لہذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور ترک قراءت خلف الامام پر واضح دلیل ہے۔

<u>فائدہ:</u> خود غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب نے جامع الترمذی کی ایک حدیث کو "صحیح" کہا ہے اور اس میں یہی ابن لھیعہ موجود ہے۔

(دیکھیے جامع الترمذی باحکام علی زئی: رقم 1589 ص 505)

تفسیر نمبر 2:

قال الامام الحافظ أبو محمد عبد الرحمن بن محمد أبي حاتم بن إدريس بن المنذر التميمي الحنظلي الرازي م 327 ھ: حدثنا يونس بن عبد الاعلى انبا ابن وهب، ثنا أبو صخر عن محمد بن كعب القرظي: قال كان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إذا قرا في الصلاة اجابه من وراءه إن قال بسم الله الرحمن الرحيم قالوا مثل ما يقول حتى تنقضي الفاتحة والسورة فلبث ما شاء الله ان يلبث ثم نزلت: وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ فَقَرَأَ وَأَنْصَتُوا.

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج4 ص259 رقم 9493)

تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط مسلم

اعتراض:

یہ روایت مرسل ہے کیونکہ محمد بن کعب القرظی (م40ھ علی الاصح) تابعی ہیں صحابی نہیں، اور مرسل حجت نہیں۔

جواب:

مرسل عند الجمھور حجت اور قابل قبول ہے۔

1: قال الامام أبو جعفر مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ م 310ھ: واجمع التابعون باسرهم على قبول المرسل ولم يات عنهم انكاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الى راس الماتين (قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: ص146، ص147)

2: قد قال الامام عبد الرحمن الشهير بابن رجب الحنبلي م795ھ: قد استدل كثير من الفقهاء بالمرسل.... و حُكِيَ الاحتجاج بالمرسل عن اهل الكوفة وعن اهل العراق جملةً و حكاه الحاكم عن ابراهيم النخعي و حماد بن ابي سليمان وابي حنيفة و صاحبيه (شرح علل الترمذي لابن رجب ص244)

3: وقال الامام المحدث ظفر احمد العثماني م1394ھ: اما الاجماع فهو ان الصحابة والتابعين اجمعوا على قبول المراسيل من العدل (قواعد في علوم الحديث ص؛140)

نیز اس مرسل کی تائید حدیث ابن عباس متصل مرفوع سے بھی ہوتی ہے[جو تفسیر نمبر 1 کے تحت گزر چکی ہے]لہذا یہ مرسل حجت ہے۔

اعتراض:

عبد الرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ آیت "واذا قرء القراٰن" مکی ہے اور امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے۔ لہذا متقدم حکم سے متاخر حکم کے خلاف استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی روایات موجود ہیں جو مدینہ میں قراءۃ خلف الامام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً:

1: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (مؤطا امام مالک ص 67)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں مسلمان ہوئے تھے(تلخیص الجبیر ص 114)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مدنی ہیں اور انہوں نے قراءۃ خلف الامام کا ذکر کیا ہے(تحقیق الکلام ج2 ص28 ملخصًا)

جواب:

یہ اعتراض درحقیقت کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اولاً:۔۔۔ آپ کا عمل قراءت خلف الامام پر اس وجہ سے ہے کہ اس کے راوی صحابہ مدنی ہیں تو پھر وہ کثیر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوموسی اشعری، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ثابت، رضی اللہ عنہم جو مدنی ہیں ان سے (اور خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی) ترک قراءۃ خلف الامام کی روایتیں مروی ہیں ان پر آپ کا عمل کیوں نہیں؟

ثانیاً:۔۔۔ سورہ اعراف مدنی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر ج4 ص254 میں اور نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی تفسیر فتح البیان ج3 ص393 میں لکھتے ہیں کہ سورہ اعراف مدنی ہے۔ کیونکہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت یہود کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہود کا مرکز مدینہ طیبہ میں تھا نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

نیز اس آیت کا شان نزول بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (مدنی صحابی) سے یہی مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ پس ترک قراءت خلف الامام کا حکم مدنی ہی ہے۔

ثالثاً۔۔۔ لیجیے ہم یہ بھی تصریح پیش کر دیتے ہیں کہ خاص یہی آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ایک روایت نقل کرتے ہیں :

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ رحمه الله أنا عبد الرحمن بن الحسن القاضي، نا إبراهيم بن الحسين، نا آدم بن أبي إياس، نا ورقاء، عن ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عن مجاهد، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الصلاة فسمع قراءة فتى من الأنصار فنزل وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (كتاب القراءة للبيهقي؛ ص107 رقم الحديث 248)

اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قراءت فرما رہے تھے تو ایک انصاری نوجوان کی قراءت سنی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات واضح ہے کہ انصار مدینہ منورہ ہی میں تھے۔

رابعاً۔۔۔ اگر آیت کو مکی بھی قرار دیا جائے تب بھی ہمارے مدعی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کئی آیات ایسی ہیں جن کا نزول مکرر ہوا ہے یعنی جو مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئیں اور مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئی، اس لیے کہ نماز جس طرح مدینہ میں مشروع تھی اسی طرح ابتداء اسلام میں مکہ میں بھی تو مشروع تھی۔ مکہ میں ترک قراءت کا مسئلہ سمجھانے کے لیے یہ آیت پہلی مرتبہ نازل ہوئی اور مدینہ میں یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے دوبارہ نازل ہوئی[جیسا کہ مدنی صحابی سے مروی ہے]

احادیث مبارکہ

احادیث مرفوعہ:

دلیل نمبر 1:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا أبو أسامة حدثنا سعيد بن أبي عروبة ح وحدثنا أبو غسان المسمعي حدثنا معاذ بن هشام حدثنا أبي ح وحدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي كل هؤلاء عن قتادة في هذا الإسناد [عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي] بمثله [إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين] وفي حديث جرير عن سليمان عن قتادة من الزيادة وإذا قرأ فأنصتوا

[حاصل السند و المتن: حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صليت مع أبي موسى الأشعري صلاة...... فقال أبو موسى أما تعلمون كيف تقولون في صلاتكم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين]

(صحیح مسلم ج 1 ص 174 باب التشہد فی الصلاۃ)

اعتراض نمبر 1:

اس کی سند ایک راوی سلیمان التیمی ہے جو کہ "مدلس" ہے اور مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب 1:

امام سلیمان التیمی م 143ھ صحیح البخاری و صحیح مسلم کے ثقہ بالاجماع، حافظ، متقن اور ثبت راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول قرار دینا درست نہیں۔ اس لیے کہ:

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند المحدثین صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن ما كان في الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى.

(مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ج 1 ص 18)

اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدلیس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام سلیمان التیمی نے "حدثنا قتادة" کے الفاظ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

1: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي(سلیمان التیمی) حَدَّثَنَا قَتَادَةُ... (سنن ابی داؤد: ج 1 ص 148 باب التشہد)

2: حدثنا سليمان بن الأشعث السجستاني قال ثنا عاصم بن النضر قال ثنا المعتمر قال سمعت أبي (سليمان التيمي) قال ثنا قتادة... (مسند ابی عوانہ: ج 1 ص 360 رقم الحدیث 1339)

ثالثاً: عند الاحناف خیر القرون کی تدلیس صحتِ حدیث کے منافی نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث: ص 159)

لہذا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر2:

اس روایت میں "واذاقرءفانصتوا" کی زیادت سلیمان التیمی کے علاوہ کسی اور راوی سے مروی نہیں، لہذا یہ زیادتی شاذ ہے۔ پس یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

جواب:

یہ اعتراض بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: امام سلیمان التیمی بالاجماع ثقہ ہیں اور "وإذا قرأ فأنصتوا" کے بیان کرنے میں یہ جماعتِ ثقات کی مخالفت نہیں کر رہے بلکہ ایک زائد چیز کو بیان کر رہے ہیں جو کہ "شاذ" نہیں بلکہ زیادتی ثقہ ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک زیادتی ثقہ مقبول ہے۔

1: والزيادة مقبولة.(صحیح البخاری ج1 ص201 باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری)

2: أن الزيادة من الثقة مقبولة (مستدرک علی الصحیحین للحاکم ج1 ص307 کتاب العلم)

لہذا امام سلیمان التیمی کا "واذاقرءفانصتوا" کی زیادت روایت کرنا ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے مقبول ہے، پس اعتراض باطل ہے۔

ثانیاً: "واذاقرءفانصتوا" کی زیادت بیان کرنے میں امام سلیمان التیمی منفرد نہیں بلکہ دیگر روات نے بھی ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ مثلاً

امام ابوعبیدہ الحداد:

روى الإمام أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الاسفرائني م316ه :حدثنا سهل بن بحر الجُنْدَيْسابُورِي قال ثنا عبد الله بن رشيد قال ثنا ابوعبيدة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إذا قرأ الإمام فأنصتوا وإذا قال: (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّين) فقولوا أمين)

(مسند ابی عوانہ ج1 ص360 رقم 1341 بیان اجازۃ القراءۃ الخ،)

عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ:

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صلى بنا أبو موسى فقال أبو موسى : إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا إذا صلى بنا قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا.

(سنن الدار قطنی: ص217 رقم الحدیث 1235، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص155 باب من قال یترک المامون القراءۃ الخ)

لہذا شاذ ہونے والا یہ اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر3:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند میں دوسرا راوی "قتادہ" ہے جو کہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے، مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب:

امام قتادہ بن دعامہ م 117ھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول قرار دینا درست نہیں۔ چند وجوہ سے:

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند المحدثین صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر

محمول ہوتی ہیں۔ (امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا ہے) اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدلیس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام قتادہ بن دعامہ نے حدیث ابی موسی اشعری میں تحدیثاً سماع کی تصریح کی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي غَلَّابٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ «فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا» (سنن ابی داؤد ج1 ص147 باب التشہد، صحیح ابی عوانہ ج1 ص360 رقم الحدیث 1339)

ثالثاً: امام قتادہ کا شمار ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی بھی کتاب میں صحت حدیث کے منافی نہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

فمن المدلسين من دلس عن الثقات الذين هم في الثقة مثل المحدث أو فوقه أو دونه إلا أنهم لم يخرجوا من عداد الذين يقبل أخبارهم فمنهم من التابعين أبو سفيان طلحة بن نافع و قتادة بن دعامة وغيرهما۔ (معرفت علوم الحدیث: ص103)

علامہ ابن حزم محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں اور ان کی تدلیس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة۔ (الاحکام لابن حزم ج2، ص141، 142 فصل من یلزم قبول نقلہ الاخبار)

لہذا حدیث ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ بالکل صحیح اور حجت ہے۔

فائدہ: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ((صحیح))۔ (نصر الباری از علی زئی ص283)

حدیث نمبر2:

قد روى الامام أبو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجة القزويني م 273ھ: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة . حدثنا أبو خالد الأحمر عن ابن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إنما جعل الإمام ليؤتم به. فإذا كبر فكبروا . وإذا قرأ فأنصتوا . وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين۔

تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط البخاري ومسلم

(سنن ابن ماجۃ: ص61 باب اذا قرء الامام فانصتوا، سنن النسائی ج1 ص146 باب تاویل قولہ عزوجل وذا قرء القران فاستمعوا لہ وانصتوا)

اعتراض:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عجلان ہے جو کہ مدلس ہے اور یہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، نیز ایک راوی ابو خالد الاحمر "فاذا قرء فانصتوا" کی زیادتی نقل کرنے میں منفرد ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

شق اول (تدلیس) کا جواب:

امام محمد بن عجلان المدنی م148ھ صحیح بخاری معلقاً، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ثقہ عند الجمہور، فقیہ، صدوق اور کثیر الحدیث ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج5، ص442، 443) ان کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں، چند وجوہ سے:

وجہ اول: امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کیا اور صرف ابو خالد الاحمر کے تفرد کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کے ضعیف ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

قال البخاري: ولا يعرف هذا [فانصتوا] من صحيح حديث ابي خالد الاحمر (جزء القراءۃ للبخاری ص59 رقم 267)

قال ابوداؤد: وهذه الزيادة "واذا قرء فانصتوا" ليست بمحفوظة. الوهم عندنا من ابي خالد۔ (سنن ابی داؤد ج1 ص96)

اگر محمد بن عجلان کی تدلیس صحت حدیث کے منافی ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

وجہ ثانی: علامہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ م748ھ محمد بن عجلان کی متعدد معنعن روایتوں کی تصحیح کرتے ہیں، مثلاً

1:حدثنی ابن عجلان عن القعقاع.(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1ص43)

2:ثنا ابن عجلان عن سعید المقبری.(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1ص131،185)

3:عن محمد بن عجلان عن سمی.(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1ص352)

4:عن ابن عجلان عن عیاض بن عبداللہ(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1ص382)

شقِ ثانی (اختلاط) کا جواب:

جہاں تک اختلاط کے اعتراض کا تعلق ہے، تو یہ بھی چند وجوہ سے قابل التفات نہیں۔

وجہ اول:

اس لیے کہ اگرچہ بعض حضرات نے محمد بن عجلان کی ان روایات پر کچھ کلام کیا ہے جو بطریق سعید المقبری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہیں اور ان روایات کی وجہ سے ہی ان کے اختلاط کا قول کیا ہے۔(کتاب العلل للترمذی ج2ص716، تہذیب التہذیب ج5ص742)

لیکن امام ابن حبان اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے اس کی پرزور تردید فرمائی ہے۔

(تہذیب التہذیب ج5ص742، میزان الاعتدال ج4ص204)

بلکہ امام ابن حبان نے تو تصریح کی ہے:فهذا مما حمل عنه قديما قبل اختلاط صحيفته.(تہذیب التہذیب ج5ص742)

کہ ابن عجلان عن سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایات اس کے صحیفہ کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اختلاط صحیفہ کا اعتراض سعید مقبری کے طریق پر تھا جس کا جواب ائمہ نے دیا۔ لیکن ہماری پیش کردہ روایت تو سعید مقبری کے طریق سے نہیں بلکہ زید بن اسلم کے طریق سے ہے۔لہذا اعتراض باطل ہے۔

وجہ ثانی :

امام محمد بن عجلان المدنی کے دو متابع موجود ہیں:

1: خارجہ بن مصعب:

وَقَدْ رَوَاهُ خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ أَيْضًا يَعْنِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ.(السنن الکبری للبیہقی ج2ص157)

2: یحیی بن العلاء الرازی:

وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ الْعَلاَءِ الرَّازِيُّ كَمَا رَوَيَاهُ.(السنن الکبری للبیہقی ج2ص157)

وجہ ثالث:

امام نووی رحمہ اللہ مختلط راوی کے متعلق ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں :

وحكم المختلط أنه لا يُحتج بما روى عنه في الاختلاط أو شك في وقت تحمله، ويحتج بما روى عنه قبل الاختلاط، وما كان في الصحيحين عنه محمول على الأخذ عنه قبل اختلاطه.(تہذیب الاسماء واللغات للنووی:ج1ص242)

ہماری پیش کردہ روایت ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان کے طریق سے ہے اور یہی طریق صحیح مسلم ج1ص216 پر موجود ہے۔، جو دلیل ہے کہ ابن عجلان کی وہ روایات جو ابوالاحمر سے مروی ہیں، قبل الاختلاط مروی ہیں۔لہذا اعتراض باطل ہے۔

شق ثالث (تفرد) کاجواب:

اس روایت کے راوی ابو خالد الاحمر "فاذا قرء فانصتوا" کے جملے میں متفرد بھی ہوں تب بھی روایت قابل قبول ہے، اس لیے کہ ابو خالد الاحمر صحاح ستہ کے ثقہ بالاتفاق راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج3ص20)

لہذا اصول حدیث کی رو سے ان کی زیادتی قابل قبول ہے (حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو خالد الاحمر اس زیادتی کے نقل کرنے میں متفرد نہیں، بلکہ محمد بن سعد الانصاری الاشھلی جو ثقہ ہیں، وہ بھی اس زیادتی کو نقل فرماتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عبد الله بن المبارك قال حدثنا محمد بن سعد الأنصاري قال حدثني محمد بن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا قال أبو عبد الرحمن كان المخرمي يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد الأنصاري (سنن النسائی ج1ص146 باب تاویلہ قولہ عزوجل وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ)

حدیث نمبر3:

اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458ھ: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو بكر بن إسحاق الفقيه، أنا أحمد بن بشر بن سعد المرثدي، نا فضيل بن عبد الوهاب، نا خالد يعني الطحان، ح قال أبو عبد الله: وأخبرني أبو بكر بن عبد الله، نا الحسن بن سفيان، نا محمد بن خالد بن عبد الله الواسطي، نا أبي، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام»

(کتاب القراءۃ للبیہقی: ص195رقم433)

تحقيق السند: اسناده صحيح ورواته ثقات

اعتراض:

اصل روایت میں "إلا صلاة خلف إمام" کے الفاظ نہیں ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے عبد الرحمن بن یعقوب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر نقل کیا ہے:

عن أبي هريرة قال: كل صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج فقلت: وإن كنت خلف إمام؟ فقال: اقرأ في نفسك. (کتاب القراءۃ للبیہقی: ص195 رقم الحدیث429)

اور اس میں یہ جملہ مذکور نہیں۔ یہ جملہ خالد الطحان کی خطا کی وجہ سے زائد ہو گیا ہے، لہذا قابل حجت نہیں۔

جواب اول:

امام خالد الطحان صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب لابن حجر: ص224رقم1647)

ان کا "إلا صلاة خلف إمام" کے الفاظ نقل کرنا خطا نہیں بلکہ زیادتی ثقہ ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ (حوالہ جات گزر چکے ہیں) پس حدیث کا یہ جملہ قابل حجت ہے۔

جواب ثانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث "إلا صلاة خلف إمام" کے کئی مرفوع اور موقوف شواہد دیگر اسانید و کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً....

1: رواه الخلال بإسناده عن جابر أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: [کل صلاۃ لا یقرأ فیھا بأم القرآن فھی خداج إلا أن تکون وراء الإمام] وقد روی أیضا موقوفا عن جابر (المغنی لابن قدامہ: ج:2: ص:118 مسألۃ القراءۃ خلف الإمام)

2: عن جابر مرفوعاً۔۔(سنن الطحاوی: ج1، ص:159، الفوائد لابن مندہ: ج:2: ص:143)

3: عن جابر موقوفاً۔۔

(موطاامام مالک: ص66، مؤطاامام محمد: ص:95، مسائل احمد بروایت عبد اللہ: ص78، سنن الترمذی: ج:1: ص:71، و قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

لہذا ثابت ہوا کہ حدیث ابی ہریرہ میں "الا صلاۃ خلف امام" کے الفاظ صحیح وثابت ہیں۔

فائدہ: ہماری پیش کردہ مرفوع روایت میں "الا صلاۃ خلف امام" کے الفاظ ثابت ہیں وللہ الحمد، رہا مخالفین کی طرف سے پیش کردہ موقوف اثر اور اس میں یہ الفاظ "اقرء فی نفسك" کی مراد تو یہ غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات کے تحت (دلیل نمبر 3 کے ذیل میں) آرہا ہے۔

حدیث نمبر 4:

روی الامام ابو محمد یوسف بن یعقوب: عن ابیه [ابی یوسف] عن ابی حنیفة عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد اللیثی ابی الولید عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرء خلف النبی صلی الله علیه وسلم فی الظهر او العصر قال قال: فاوما الیه رجل فنهاه فابی فلما انصرف قال اتنهانی ان اقرء خلف النبی صلی الله علیه وسلم فتذا کرنا ذالك حتی سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه وسلم من صلی خلف امام فان قراءة الامام له قراءة.

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ القاضی ابی یوسف: ص23 رقم الحدیث 113)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

اعتراض:

یہ روایت موصول نہیں ہے بلکہ مرسل ہے۔ اس لیے کہ دیگر محدثین مثلاً جریر، سفیان اور شریک وغیرہ اسے مرسل روایت کرتے ہیں (یعنی عن جابر بن عبد اللہ کے واسطے کے بغیر) صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی اسے موصولاً بیان کرتے ہیں۔ نیز حافظ ابن الہمام نے مسند احمد بن منیع کے جس نسخہ سے یہ روایت نقل کی ہے (فتح القدیر: ج1 ص346) اس میں کاتب کی غلطی کی وجہ سے عبد اللہ بن شداد کے بعد "عن جابر" کا جملہ زیادہ ہو گیا ہے، حقیقۃً یہ روایت مرسل ہے۔

جواب شق اول:

یہ دعوی کہ دیگر محدثین اس روایت کو مرسل بیان کرتے ہیں اور صرف امام ابو حنیفہ ہی اسے موصولاً بیان کرتے ہیں، باطل ہے۔ اس لیے کہ:

اولاً...... امام سفیان ثوری اور خود امام شریک نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: أَنبَأَنا إِسْحَاقُ الأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشَرِيكٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

وقال الامام البوصیری صحیح علی شرط الشیخین

(اتحاف الخیرہ المہرۃ للبوصیری ج:2، ص216 حدیث نمبر 1832، فتح القدیر لابن الہمام: ج:1: ص:346)

لہذا یہ دعویٰ کرنا کہ اس روایت کو تنہا امام ابو حنیفہ ہی موصولاً بیان کرتے ہیں اور اس میں ان کا کوئی ساتھی نہیں ہے، محض باطل ہے۔

ثانیاً...... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے بھی اس کو موصول ہی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ھذا حدیث رواہ جماعۃ من أصحاب أبی حنیفۃ رحمہ اللہ عنہ موصولا۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص333)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: هَكَذَا رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ مَوْصُولاً.(السنن الکبری للبیہقی ج2 ص159)

لہذا مرسل ہونے کا اعتراض باطل ہے۔

جواب شق ثانی:

اس روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ صحیح اسانید میں موجود ہے، جیسا کہ امام احمد بن ابی بکر بوصیری م840ھ اور امام ابن الہمام م861ھ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے دور سے اب تک کسی مشہور محدث نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا محض تخمینہ و گمان سے محدثین پر یہ الزام کہاں درست ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔

احادیث موقوفہ

حدیث نمبر1:

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه قال... أخبرني أشياخنا أن عليا قال من قرأ خلف الإمام فلا صلاة له قال [عبد الرزاق] وأخبرني موسى بن عقبة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبو بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الإمام. (مصنف عبد الرزاق ج2 ص90، 91 رقم 2813 باب القراءۃ خلف الامام)

تحقيق السند: اسناده صحيح و رواته ثقات

حدیث نمبر2:

روى الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي م235ھ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الأَصْبَهَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بن الأصبهاني، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص278 رقم الحدیث 3802 باب من کرہ القراءۃ خلف الامام)

تحقيق السند: اسناده صحيح ورواته ثقات

حدیث نمبر3:

عبد الرزاق عن منصور عن أبي وائل قال جاء رجل إلى عبد الله فقال: يا أبا عبد الرحمن! أقرأ خلف الإمام؟ قال: أنصت للقرآن فإن في الصلاة شغلا وسيكفيك ذلك الإمام. (مصنف عبد الرزاق ج2 ص89، 90 رقم 2806 باب القراءۃ خلف الامام)

تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط البخاري ومسلم

اعتراض:

یہ اثر مطلق ہے اس میں فاتحہ کا بالخصوص ذکر نہیں۔

جواب:

مطلق کی نفی سے مقید کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے۔ لہذا جب قراءت کی نفی ہو گئی تو فاتحہ اور فاتحہ کے بعد والی سورۃ کی نفی ہو گئی۔

حدیث نمبر4:

مَالِك عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ. (مؤطا امام مالک ص66 باب ماجاء فی ام القران، مؤطا امام محمد ص95 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط البخاري ومسلم

حدیث نمبر5:

مَالِك عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ

(مؤطاامام مالک ص68 باب ترک القراءہ خلف الامام، مؤطاامام محمد ص95 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم

اعتراض:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اُس اثر سے تعارض ہے جس میں انہوں نے امام کے پیچھے قراءت کی اجازت دی ہے، چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنت کے زیادہ بڑے عالم تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر پر ترجیح ہو گی۔

جواب:

اگر تعارض کا یہی مفہوم ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت کے زیادہ عالم تھے، اس لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت سے منع فرمایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ترجیح ہو گی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب آگے آرہا ہے۔

حدیث نمبر6:

قال الامام الحافظ المحدث أبو محمد بدر الدین محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد العینی م855ھ: وذكر الشيخ الإمام عبد الله بن يعقوب الحارثي السيذموني في كتاب (كشف الأسرار) عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه قال كان عشرة من أصحاب رسول الله ينهون عن القراءة خلف الإمام أشد النهي أبو بكر الصديق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلي بن أبي طالب وعبد الرحمن بن عوف وسعد ابن أبي وقاص وعبد الله بن مسعود وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهم۔ (عمدۃ القاری للعینی ج4 ص449 باب وجوب القراءۃ للامام والماموم)

احادیث مقطوعہ

حدیث نمبر1:

عن أبي إسحاق أن علقمة بن قيس قال وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام ملیء فوه قال أحسبه قال ترابا أو رَضْفًا۔

(مصنف عبد الرزاق ج2 ص90 رقم 2811 باب القراءۃ خلف الامام، کتاب الحجۃ لمحمد ج1 ص90 باب القراءۃ خلف الامام، مؤطاامام محمد ص100 باب القرءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔

حدیث نمبر2:

روی الامام الحافظ المحدث أبو بکر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي م235ھ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ وَبَرَةَ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ : وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج3 ص279 رقم 3810 من کرہ الْقِرَاءَۃَ خَلْفَ الإِمَامِ۔، مصنف عبد الرزاق ج2 ص90 رقم 2810 باب القراءۃ خلف الإمام)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔

حدیث نمبر3:

روی الامام الحافظ المحدث أبو بکر عبد اللہ بن محمد بن أبی شیبۃ العبسی الکوفی م235ھ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عُمَارَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ، لاَ أَدْرِي، كَمْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ كُلُّهُمْ يَقُولُ: لاَ يُقْرَأُ خَلْفَ إِمَامٍ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ. (مصنف ابن ابی شیبۃ ج3 ص280 رقم الحدیث 3819 من کرہ القِرَاءَۃَ خَلْفَ الإِمَامِ، التعلیق الحسن للنیموی ص108)

تحقیق السند: اسنادہ حسن

جمہور کا موقف اور اجماع امت

1: روی الامام الحافظ المحدث أبو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی م 275ھ: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم انْصَرَفَ مِنْ صَلاَةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ «هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا». فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ». قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم

(سنن ابی داؤد ج1 ص127 باب من کرہ القرءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام)

2: قال الامام الحافظ المحدث الفقیہ ابو الحسن علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی م593ھ: ولنا قولہ علیہ الصلاۃ والسلام من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ وعلیہ إجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم۔

(الہدایۃ شرح البدایۃ ج1 ص121، 122 فصل فی القراءۃ)

صاحب ہدایہ کے اس قول پر امام ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی م855ھ فرماتے ہیں:

قال صاحب (الہدایۃ) من أصحابنا وعلی ترک القراءۃ خلف الإمام إجماع الصحابۃ فسماہ إجماعاً باعتبار اتفاق الأکثر ومثل ہذا یسمی إجماعا عندنا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی ج4 ص449 باب وجوب القراءۃ)

ائمہ مجتہدین اور ترک قراءۃ خلف الامام

1: امام اعظم فی الفقہاء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی م150ھ:

قال محمد رحمہ اللہ: لا قراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ ولا فیما لم یجہر بذلک جاءت عامۃ الآثار و ہو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی۔ (مؤطا امام محمد: ص96، 97 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، کتاب الحجۃ لمحمد ج1 ص87 باب القراءۃ خلف الامام)

2: امام سفیان الثوری م161ھ:

قال الثوری رحمہ اللہ: ولا یقرء المأموم خلف الامام شیئا لا الفاتحۃ و لا السورۃ۔

(فقہ سفیان الثوری ص562 تحت لفظ: صلاۃ، المغنی لابن قدامۃ ج2 ص118 مسئلۃ نمبر 183)

3: امام مالک بن انس المدنی م179ھ:

جہری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں تھے۔

وقال مالک: الامر عندنا انہ لا یقرء مع الامام فیما جہر فیہ الامام بالقراءۃ۔

(التمہید لابن عبد البر ج4 ص439 تحت رقم الحدیث 236، مؤطا امام مالک ص68 باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ)

قال محمد عبد الرحمن المبارکفوری: و کذلك الامام مالك و الامام احمد لم یکونوا قائلین بوجوب قراءة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات۔ (تحفۃ الاحوذی ج2ص251 باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)

4: امام ابویوسف یعقوب القاضی م182ھ:

[ترك القراءة خلف الامام]وهو قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالی۔

(سنن الطحاوی ج1ص159 باب القراءۃ خلف الامام، فتح الملہم ج2ص20 المسئلۃ الثانیۃ)

5: امام محمد بن الحسن الشیبانی م189ھ:

قال محمد رحمه الله: لا قراءة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیما لم یجهر بذلك جاءت عامة الآثار۔

(مؤطاامام محمد ص97 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، سنن الطحاوی ج1ص159 باب القراءۃ خلف الامام)

5: امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی م241ھ:

جہری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہ تھے۔

قال الامام عبد الله بن احمد بن حنبل: سمعت ابی سئل عن الرجل یصلی خلف الامام فلا یقرأ خلفه قال اعجب الی ان یقرا فإن لم یقرأ یجزئه۔

و قال ایضاً: سمعت ابی یقول اذا قرأ الامام فأنصت قلت فالرکعتین الاخریین اذا لم یسمع الامام یقرأ فقرأ هو فی نفسه قال نعم ان شاء قرأ وان شاء لم یقرأ۔ (مسائل احمد بروایۃ عبداللہ ص78، المغنی ج2ص118)

ابواب محدثین اور ترک قراءۃ خلف الامام

ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے ہاں ناسخ ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ م676ھ اس قاعدہ کو یوں ذکر کرتے ہیں:

ذکر مسلم فی هذا الباب الاحادیث الواردة بالوضوء مما مست النار ثم عقبها بالاحادیث الواردة بترك الوضوء مما مست النار فکانه یشیر الی ان الوضوء منسوخ وهذه عادة مسلم وغیره من ائمة الحدیث یذکرون الاحادیث التی یرونها منسوخة ثم یعقبونها بالناسخ۔ (شرح مسلم للنووی ج1ص156 باب الوضوء مما مست النار)

محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی نے قرءات کے مسئلہ میں بھی یہی اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ پہلے قراءت خلف الامام کی احادیث لائے ہیں اور بعد میں ترک قراءت خلف الامام کی، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ قراءت خلف الامام منسوخ ہے۔

1: امام مالک بن انس المدنی م179ھ نے پہلے "القراءة خلف الامام فیما لا یجهر فیه بالقراءة" اور بعد میں "ترك القراءة خلف الامام فیما جهر فیه" کا باب باندھا ہے (مؤطا امام مالک ص66، 68)

2:۔ امام محمد بن حسن الشیبانی م189ھ نے پہلے اثبات قراءۃ کی احادیث کو اور بعد میں ترک قراءۃ کی احادیث کو بیان کیا۔

(مؤطاامام محمد: ص94 تا ص102 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

3: امام عبد الرزاق بن الہمام م211ھ نے پہلے قراءۃ خلف الامام کی احادیث اور بعد میں ترک کی احادیث کو ذکر کیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ج2ص82 الی ص92 باب القراءۃ خلف الامام)

4: امام ابو بکر ابن ابی شیبہ م235ھ نے پہلے "من رخص فی القراءة خلف الامام" کا باب باندھا اور بعد میں "من کره القراءة خلف الامام" کا باب باندھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج3ص267، 273)

5:امام محمد بن اسمعیل البخاری م؛256ھ نے اپنے جزء"القراءۃ"میں پہلے قراءۃ خلف الامام کی احادیث کو ذکر کیا اور آخر میں ترک قراءۃ کی احادیث کو بیان کیا۔

6:امام ابن ماجہ القزوینی م 273ھ نے پہلے "باب القراءۃ خلف الامام "باندھا اور قراءۃ کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب اذا قرء الامام فانصتوا" باندھا اور ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔(سنن ابن ماجہ؛ج؛1ص60،61)

7:امام ابو داؤد و سلیمان الاشعث م 275ھ نے پہلے "باب من رای القراءۃ اذا لم یجھر "باندھا اور قراءۃ کی احادیث کو ذکر کیا، پھر "باب من لم یر القراءۃ اذا لم یجھر "باندھا اور احادیث ترک کو بیان کیا۔(سنن ابی داؤد؛ج1؛ص127)

8:امام ابو عیسی الترمذی م؛279ھ نے پہلے "باب ما جاء فی القراءۃ خلف الامام "باندھا اور قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب ما جاء فی ترك القراءۃ خلف الامام اذا جھر بالقراءۃ"ترک کا باب باندھا اور احادیث کو بیان کیا۔ (جامع الترمذی؛ج1ص69، ص71)

9:امام ابو عبداللہ عبد الرحمن النسائی م 303ھ نے پہلے "ایجاب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوۃ"کا باب باندھا اور قراءت کرنے کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں" ترك القراءۃ خلف الامام فیما لم یجھر فیه" اور " ترك القراءۃ خلف الامام فیما جھر به" کے ابواب باندھے اور احادیث ترک قراءت کو بیان فرمایا۔(سنن النسائی ج؛1ص؛145،146)

10:امام ابو جعفر الطحاوی م؛321ھ نے پہلے قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔
(سنن الطحاوی؛ج؛1ص157 تا160 باب القراءۃ خلف الامام)

<u>سوال:</u> منسوخ حکم پر تو عمل جائز نہیں، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء تو اس کے قائل گزرے ہیں۔ اس کا مطلب کہ وہ ایک ناجائز کام کرتے تھے۔

<u>جواب:</u> اگر نسخ منصوص ہو تو اس پر عمل گناہ ہے اور اگر نسخ اجتہادی ہو تو مجتہد کے لیے گناہ نہیں بلکہ اجر واحد ہے، اور یہ نسخ بھی نسخ اجتہادی کی قسم میں سے ہے لہذا ان مجتہدین کے لیے گناہ نہیں۔

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

<u>دلیل نمبر 1:</u>

قال تعالیٰ: وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ (سورۃ الاعراف:205)

حضرت زید بن اسلم تابعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ہو تو سورۃ فاتحہ کی قراءۃ آہستہ کرے۔

عبد العزيز بن محمد قال : سمعت زيد بن أسلم يقول : فی قوله (وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) قال : « الذی يكون خلف الإمام قال الله : (واذكر ربك فی نفسك) » قال : « يقول : اذكر ربك وأنصت فی نفسك » فأخبر بأنه مأمور بالإنصات والذكر معا فيكون الأمر بالإنصات راجعا إلى ترك الجهر دون ترك الذكر فی النفس الذی هو دون الجهر من القول
(کتاب القراءۃ للبیہقی ص:121،122 رقم الحدیث 293)

<u>جواب اول:</u>

اولاً:...... اس آیت سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کرنا باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ تفسیر صحیح حدیث، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب القرظی کی صحیح تفسیر[جو کہ ما قبل میں گزر چکی ہیں] کے مخالف ہے۔ نیز اس آیت میں امام کا لفظ ہے نہ مقتدی کا، اسی طرح نہ قراءۃ کا اور نہ سورۃ فاتحہ کا۔ تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کیسے درست ہوا؟؟

ثانیاً:...... حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کا استدلال ذکر فی النفس کے متعلق ہے، اس میں فاتحہ کا ذکر ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسے ؟!

جواب ثانی:

اس روایت کی سند یوں ہے: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنا أبو علي الحافظ نا أبو عمرو الحَرَشِيّ نا الفضل بن محمد الشعرانی نا إبراهيم بن حمزة نا عبد العزيز بن محمد قال: سمعت زيد بن أسلم الخ

اس سند میں ایک راوی فضل بن محمد شعرانی ہے۔ ائمہ نے ان پر جرح کی ہے: تكلموا فيه. فرماه بالكذب. انه كان غالياً في التشيع.

(میزان الاعتدال للذہبی: ج3 ص356 رقم6378، المغنی فی الضعفاء للذہبی ج:2: ص:195 رقم4940)

دوسرا راوی عبد العزیز بن محمد ہے۔ گو بعض نے انکو ثقہ کہا ہے، لیکن بہت سے ائمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے۔ مثلاً:

اذا حدث من حفظه يهم. ليس هو بشئي، اذا حدث من حفظه جاء ببواطيل. لا يحتج به. سيئی الحفظ. وربما قلب. فربما حدث من حفظه الشئي فيخطي. ليس بالقوی. وكان يخطئي. انه كثير الوهم فجعل يلحن لحناً منكراً.

(میزان الاعتدال للذہبی: ج2 ص553 رقم الترجمۃ 4781، تہذیب لابن حجر: ج4 ص204 رقم الترجمہ 4830)

لہذا یہ روایت ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں۔

دلیل نمبر 2:

حدیث: عبادہ بن صامت مرفوعاً: لا صلوة لمن لم يقراء بفاتحة الكتاب (بخاری ومسلم)

اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے، یا امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر کرے۔ (نصر الباری از علی زئی غیر مقلد ص45، فاتحہ خلف امام از علی زئی غیر مقلد ص34)

لفظ من عام ہے جس میں امام، منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔ (ابکار المنن ص120، تحقیق الکلام ج1 ص11)

جواب اول:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: الحديث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحديث يفسر بعضها بعضاً

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ص370 رقم1651)

کہ جب تک حدیث کے طرق جمع نہ کر لیں اس وقت تک حدیث کا معنی نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

اس اصول کے تحت ہم نے حدیث عبادہ کے مختلف طرق جمع کیے، جن میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"لا صلوة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب فصاعداً" (خلق افعال العباد للبخاری ص67، صحیح مسلم ج1 ص169، سنن ابی داؤد: ج1 ص126)

نیز اس روایت کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

1: عن ابی هريرة مرفوعًا: لا صلوة الا بقرءاة فاتحة الكتاب فما زاد.

(سنن ابی داؤد: ج1 ص126 باب من ترک القرءاۃ فی صلوتہ، صحیح ابن حبان: 560 رقم الحدیث 1788، کتاب القراءۃ للبیہقی: ص14،13)

2: عن ابی سعيد الخدری مرفوعاً: امرنا ان نقرء بفاتحة الكتاب وما تيسر.

(سنن ابی داؤد: ج1 ص 126 باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ، صحیح ابن حبان: 560 رقم الحدیث 1788، کتاب القراءۃ للبیہقی: ص15 رقم الحدیث 32-35)

3: عن أبي سعيد مرفوعا: لا صلاة لمن لم يقرأ في كل ركعة بالحمد لله وسورة في فريضة أو غيرها

(سنن ابن ماجۃ ص60 باب القراءۃ خلف الامام، کتاب القراءۃ للبیہقی: ص:16، رقم الحدیث 37،36)

تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا مخاطب وہ شخص ہے جو دونوں سورتیں [یعنی سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت] پڑھتا

ہے اور وہ امام یا منفرد ہوتا ہے مقتدی نہیں، لہٰذا مقتدی اس کا مخاطب نہیں۔ پس یہ روایت مقتدی پر وجوب قراءۃ کی دلیل نہیں۔

جواب ثانی:

اولاً کلمہ "من" کے متعلق علماء اصول مثلاً امام سرخسی وغیرہ فرماتے ہیں:

وھی عبارۃ عن ذات من یعقل وھی تحتمل الخصوص والعموم۔ (اصول السرخسی: ج1ص155، نور الانوار: ص84)

قرآن مجید میں بھی لفظ "من" کئی مقامات پر خصوص کے لیے آیا ہے۔ مثلاً۔۔

1: قال عز وجل: وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ۔ (سورۃ الشوریٰ:5)

اور دوسرے مقام پر تصریح فرمادی کہ فرشتے صرف مومنین کے لیے ہی دعا کرتے ہیں:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ۔ (سورۃ المؤمن:7)

معلوم ہوا کہ یہاں من یہاں عموم کے لیے نہیں بلکہ خصوص کے لیے ہے۔

2: قال عز وجل: أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (الملک:16، 17)

یہاں مَنْ ہے اور مراد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

لہٰذا اس حدیث میں لفظ "مَنْ" بھی خصوص کے لیے ہے جیسا کہ مشہور محدث علامہ ابن عبد البر نے "التمہید" میں اس کی تصریح فرمائی ہے:

عن عبادۃ رضی اللہ عنہ وھو محتمل للتاویل...... خاص وواقع علی من صلی وحدہ او کان اماماً۔ (ج:4ص449، 448)

لہٰذا لفظ "مَنْ" کو عام سمجھ کر اس سے مقتدی پر قرءات واجب کرنا باطل ہے۔

جواب ثالث:

اس حدیث کی مراد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ حضرات سے یہی منقول ہے کہ یہ حدیث منفرد کے لیے ہے۔ مثلاً:

1: **قال جابر بن عبد اللہ: اذا کان وحدہ۔** (جامع الترمذی: ج1ص71 باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)

2: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ یہ حکم اکیلے آدمی کیلئے ہے۔ (مؤطا امام مالک بحوالہ احسن الکلام: ج2ص39)

3:۔ امام سفیان بن عیینہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں: **لمن یصلی وحدہ**

(تفسیر سفیان بن عیینہ: ص202، سنن ابی داود: ج1ص126، التمہید لابن عبد البر: ج4ص449)

4: **قال امام احمد بن حنبل: اذا کان وحدہ۔** (جامع الترمذی: ج1ص71 باب ماجاء فی ترک قرءۃ خلف الامام)

5: امام ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں: **کان وحدہ۔** (بذل المجہود الشیخ سہارنپوری: ج2ص54)

6: امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: **عن عبادۃ رضی اللہ عنہ وھو محتمل للتاویل.... خاص وواقع علی من صلی وحدہ او کان اماماً۔**

(التمہید لابن عبد البر: ج4ص449، 448، الاستذکار: ج1ص470)

7: **قال الامام ابن قدامۃ المقدسی: فھو محمول علی غیر الماموم۔** (المغنی لابن قدامہ: ج2ص118)

8: شیخ محدث سہارنپوری نے بھی اس کی مراد: **اذا کان وحدہ** بیان فرمائی ہے۔ (بذل المجہود: ج2ص52)

9: امام اہل السنہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس کی مراد اکیلا آدمی بیان کی ہے۔ (احسن الکلام: ج2ص40)

دلیل نمبر3:

عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی صلاة لم یقرأ فیها بأم القرآن فهی خداج ثلاثا غیر تمام فقیل لأبی هریرة إنا نکون وراء الإمام فقال اقرأ بها فی نفسك.(صحیح مسلم وغیرہ)

جواب حصہ اول:

اس حدیث کے مرفوع حصہ میں "مقتدی" کے لفظ نہیں ہیں، اور ائمہ حضرات نے تصریح کی ہے:

و کذلك حدیث ابی هریرة[فهو محمول علی غیر المأموم]۔(المغنی لابن قدامۃ ج2ص118)

کہ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ پر محمول ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر مفسر روایات میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہے۔ مثلاً

1: عن أبی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم (إنما جعل الإمام لیؤتم به.فإذا کبر فکبروا.وإذا قرأ فأنصتوا .وإذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین

(سنن ابن ماجۃ:ص61 باب اذا قرء الامام فانصتوا)

2: عن أبی هریرة، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: «کل صلاة لا یقرأ فیها بأم الکتاب فهی خداج إلا صلاة خلف إمام»(کتاب القراءۃ للبیہقی ص170،171رقم404)

قاعدہ ہے کہ مبہم کے مقابلے میں مفسر حدیث کو دیکھا جائے گا۔

قال الامام البخاری:والمفسر یقضی علی المبهم (صحیح البخاری:ج1ص201)

قال ابن حجر العسقلانی:لا یقبل الحدیث المبهم۔(شرح نخبۃ الفکر:ص98)

لہذا یہ روایت قراءت خلف الامام کی دلیل نہیں۔

جواب حصہ ثانی:

اولاً:۔۔اس حدیث میں "اقرء بها فی نفسك" حضرت ابو ہریرہ کا موقوف قول ہے، جیسا کہ امام بخاری اور امام بیہقی رحمہما اللہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

فقلت[أبو السائب]:یا أبا هریرة:فإنی أکون أحیانا وراء الإمام قال:فغمز ذراعی ثم قال:اقرأ بها یا فارسی فی نفسك۔

(جزء القرءۃ مترجم للبخاری:ص:80)

وقال:یا ابن الفارسی:اقرأ بها فی نفسك.(کتاب القرءۃ للبیہقی:ص196رقم431)

جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک صحابی کا قول وعمل حجت نہیں ہے:

1:افعال الصحابة رضی الله عنهم لا تنتهض للاحتجاج بها۔(فتاوی نذیریہ بحوالہ مظالم روپڑی:ص58)

2:صحابہ کا قول حجت نہیں۔(عرف الجادی:ص101)

3:صحابی کا کردار کوئی دلیل نہیں اگرچہ وہ صحیح طور پر ثابت ہوں۔(بدور الاہلہ:ج1ص28)

4:آثار صحابہ سے حجیت قائم نہیں ہوتی۔(عرف الجادی:ص101)

5:خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام نہیں بنایا ہے۔(عرف الجادی:ص80)

6:موقوفات صحابہ حجت نہیں۔(بدور الاہلہ:ص129)

ثانیاً:۔۔۔فی نفسك کا معنی قرآن وحدیث میں منفرد و اکیلے کے لئے بھی آیا ہے۔ مثلاً۔۔۔

1: قال عز وجل: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (النساء:63)

قال الامام المفسر أبو الفضل محمود الألوسی البغدادی: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ أی قل لهم خالیا لا یکون معهم أحد

(روح المعانی ج3 ص69)

قال الامام المفسر علاء الدين علی بن محمد بن إبراهيم البغدادی الشهير بالخازن: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ إذا خلوت بهم قَوْلًا بَلِيغًا (تفسیر خازن ج1 ص398)

قال الامام المفسر أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدی الشاذلی الفاسی: (وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ)، أی: خاليًا بهم (قَوْلًا بَلِيغًا) يبلغ إلى قلوبهم.

(البحر المدید للفاسي ج2 ص62)

2: حضرت ابوہریرہ سے حدیث قدسی مروی ہے:

فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ.

(صحیح البخاری: ج:2: ص:1101 باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ، صحیح مسلم: ج:2: ص:343 باب فضل الذکر والدعاء والتقرب إلى الله تعالی)

لہذا حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں کا معنی "اکیلا و منفرد" ہے، یعنی حضرت ابوہریرہ نے اپنے شاگرد ابو السائب کو فرمایا جب تم اکیلے ہو تو قرءاۃ کر لیا کرو۔ اس معنی سے یہ حدیث دیگر تفاسیر و احادیث سے متعارض نہیں ہوتی۔ اگر غیر مقلدین والا معنی مراد لیں تو ان میں باہم تعارض لازم آتا ہے۔ پس اس روایت سے غیر مقلدین کا استدلال باطل ہے۔

ثالثاً۔۔۔ اقرء بها فی نفسك کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ دل میں غور و فکر کر لیا کرو۔

دلیل نمبر 4:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ « لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ ». قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « لاَ تَفْعَلُوا إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا ». (سنن ابی داؤد ج1 ص127 باب مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلاَتِهِ، جامع الترمذی ج1 ص70 باب ما جاء في القراءة خلف الإمام)

جواب نمبر 1:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق بن یسار ہے، جو عند الجمہور ضعیف، مجروح، کذاب، دجال، شیعہ، معتزلی اور قدری تھا۔

(میزان الاعتدال للذہبی: ج3 ص152 تا ص458، تہذیب التہذیب لابن حجر: ج5 ص439، تقریب التہذیب لابن حجر: ج2 ص498)

نیز محمد بن اسحاق بن یسار مدلس بھی تھا۔ (طبقات المدلسین: ص:132 الطبقۃ الرابعہ، الفتح المبین لعلی زئی ص:72)

اور بتصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے (نور العینین لعلی زئی ص:148)

لہذا یہ روایت ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

جواب نمبر 2:

اس میں دوسرا راوی "مکحول" ہے۔ بتصریح ائمہ یہ بھی مدلس ہے (طبقات المدلسین ص:113 المرتبۃ الثالثہ، الفتح المبین لعلی زئی ص64)

نیز امام ابن سعد فرماتے ہیں: ضعفه جماعة (میزان الاعتدال ج4 ص378)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: قلت: ھو صاحب تدلیس و قد رمی بالقدر ۔(میزان الاعتدال ج4 ص378)

پس روایت ضعیف ہے۔

جواب نمبر 3:

اس کی ایک دوسری سند میں ایک راوی نافع بن محمود بن الربیع ہے، ان سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ کوئی روایت مروی نہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار تو کیا ہے لیکن ساتھ یہ تصریح بھی کر دی ہے: حدیثه معلل۔ (میزان الاعتدال للذہبی ج5 ص7)

کہ اس کی حدیث معلول ہے۔

قال الطحاوی: لا یعرف فکیف یصح او یکون سنده حسنا. (الجوہر النقی علی البیہقی ج2 ص165)

قال ابن عبد البر: نافع مجهول. (تہذیب التہذیب ج6 ص519)

قال ابن قدامة: فانه غیر معروف. (المغنی لابن قدامۃ ج2 ص118)

قال ابن حجر: مستور من الثالثة. (التقریب لابن حجر ص588)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ راوی مجہول ہے۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مجہول کی روایت سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔ چنانچہ مجہول کے متعلق امام نووی نے تصریح کی ہے: فالجمهور علی انه لا یحتج به۔ (مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی: ص17)

امام بیہقی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ولم یکلفنا الله تعالی أن نأخذ دیننا عمن لا نعرفه۔(کتاب القراءۃ للبیہقی: ص395)

لہذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر 4:

یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ ہمارے دلائل میں محمد بن کعب القرظی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

دلیل نمبر 5:

حدثنا محمود قال: حدثنا البخاری قال: حدثنا یحیی بن یوسف، قال: أنبأنا عبد الله، عن أیوب، عن أبی قلابة، عن أنس، رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم صلی بأصحابه، فلما قضی صلاته أقبل علیهم بوجهه، فقال: «أتقرءون فی صلاتکم والإمام یقرأ؟» فسکتوا فقالها ثلاث مرات، فقال قائل أو قائلون: إنا لنفعل قال: «فلا تفعلوا ولیقرأ أحدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه» (جزء القراءۃ للبخاری مترجم: ص182 رقم الحدیث 255، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص166، کتاب القراءۃ للبیہقی: ص58،57)

جواب اول:

اس کی سند میں ایک راوی ابو قلابہ ہے۔ گو ثقہ تھا لیکن غضب کا مدلس تھا۔(طبقات المدلسین لابن حجر 39، الفتح المبین لعلی زئی ص20)

قال العجلی: فیه نصب یسیر (تقریب لابن حجر ص339) یعنی یہ ناصبی تھا۔

قال العلامة الذهبی: ثقه فی نفسه الا انه یدلس عمن لحقهم و عمن لم یلحقهم و کان له صحف یحدث منها و یدلس۔

(میزان الاعتدال للذہبی: ج2 ص383)

اور بتصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی ہوتا ہے (نور العینین ص:148)

لہذا یہ روایت ضعیف و نا قابل حجت ہے۔

فائدہ: بعض الناس کا یہ کہنا کہ "یہ پہلے طبقے کا مدلس ہے جس کی تدلیس کو برداشت کیا گیا ہے" قطعاً باطل ہے، اس لیے کہ ابو قلابہ جب "عمن

لم یلحقھم" سے بھی تدلیس کرتے ہیں تو پھر کسی طبقہ میں بھی ہوں تو کس طرح قابل برداشت ہوں گے؟! اس صریح عبارت کو بھی دیکھا جائے، نرا طبقہ ہی نہ دیکھا جائے۔

جواب ثانی:

اس کی سند میں اضطراب ہے۔ مثلاً:

1: عن ابی قلابة عن انس. (جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص؛182 رقم الحدیث 255)

2: عن ابی قلابة عن النبی صلی الله علیه و سلم. (جزء القراءۃ للبخاری مترجم: ص183 رقم الحدیث 256، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص166)

3: عن أبي قلابة عن محمد بن أبي عائشة عن رجل من أصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم.

(سنن الدار قطنی: ص223، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص166)

4: عن أبي قلابة عن ابی هریرة. (سنن الدار قطنی: ص223)

امام سیوطی فرماتے ہیں: الاضطراب یوجب الضعف. (تدریب الراوی للسیوطی: ج1 ص223)

لہذا یہ روایت ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

جواب ثالث:

"فی نفسه" کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلے نماز پڑھو تو اسے پڑھا کرو۔ (اس معنی پر شواہد از قرآن و حدیث ماقبل میں گزر چکے ہیں)

دلیل نمبر 6:

حدثنا محمود قال: حدثنا البخاری قال، وقال لنا آدم: حدثنا شعبة، حدثنا سفیان بن حسین، سمعت الزهری، عن ابن أبي رافع، عن علی بن أبي طالب، رضی الله عنه أنه كان يأمر ويحب أن يقرأ خلف الإمام فی الظهر والعصر بفاتحة الكتاب، وسورة سورة وفی الأخريين بفاتحة الكتاب.

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص67 رقم الحدیث 54، سنن الدار قطنی ص214 رقم الحدیث 1217، السنن الکبری للبیہقی ج2 ص168)

جواب نمبر 1:

اولاً۔۔۔ دلائل اہل السنت و الجماعت احناف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ گزر چکا ہے کہ آپ قراءت خلف الامام سے منع فرماتے تھے۔

ثانیاً۔۔۔ اس اثر کی سند میں سفیان بن حسین ہے۔ ائمہ نے ان پر کلام کیا ہے۔ مثلاً۔۔

قال أحمد: ليس بذاك فی الزهری.

وقال عثمان ابن سعيد: سألت يحيى عنه فقال: ثقة، وهو ضعيف الحديث عن الزهری.

وروى ابن أبي خيثمة، عن ابن معين: ثقة فی غير الزهری

وقال عثمان بن أبي شيبة: ثقة، لكنه مضطرب فی الحديث قليلا.

وقال ابن سعد: ثقة يخطئ فی حديثه كثيرا.

وقال أبو حاتم: صالح الحديث يكتب حديثه، ولا يحتج به

وقال النسائی: ليس به بأس إلا فی الزهری.

وقال ابن حبان: يروى عن الزهری المقلوبات

وقال ابن عدی: هو... فی الزهری روی أشیاء خالف الناس.

قال ابن معین: لم یکن بالقوی.

(میزان الاعتدال ج2ص157)

قال ابن حجر: ثقة فی غیر الزهری.

(تقریب التہذیب لابن حجر ص277)

اور یہ روایت بھی سفیان بن حسین عن الزہری کے طریق سے مروی ہے۔ لہذا ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

جواب نمبر 2:

اس روایت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دونوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہذا یہ اثر فریق مخالف کے لیے سود مند نہیں۔

دلیل نمبر 7:

وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو بکر بن إسحاق، أنا عبد الله بن محمد، نا عمرو بن زرارة، نا إسماعیل، عن لیث، عن عبد الرحمن بن ثروان، عن الهذیل بن شرحبیل، عن ابن مسعود، رضی الله عنه أنه «قرأ فی العصر خلف الإمام فی الرکعتین الأولیین بأم القرآن وسورة» (کتاب القراءۃ للبیہقی ص196)

جواب 1:

یہ اثر ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے۔ اس پر ائمہ نے جرح کی ہے۔ مثلاً۔۔

قال أحمد: مضطرب الحدیث

وقال یحیی والنسائی: ضعیف.

وقال ابن حبان: اختلط فی آخر عمره.

وقال ابن معین: لیث أضعف من عطاء بن السائب.

وقال مؤمل بن الفضل: سألت عیسى بن یونس عن لیث بن أبی سلیم، فقال: قد رأیته وکان قد اختلط.

(میزان الاعتدال ج3ص413،414)

جواب نمبر 2:

اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن ثروان ہے۔ اس پر امام احمد نے جرح کی ہے۔

قال عبدالله بن أحمد: سألت أبی عنه فقال: هو کذا وکذا - وحرك یده، وهو یخالف فی أحادیث.

عن أحمد قال: لا یحتج به.

وقال أبو حاتم: لین.

(میزان الاعتدال ج2ص490)

پس اثر ضعیف ہے۔

جواب نمبر 3:

یہ اثر خود غیر مقلدین کے عمل کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس میں ظہر عصر کی نماز کی تخصیص ہے اور وہ بھی صرف پہلی دو رکعتوں میں اور فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت کا بھی ذکر ہے جو غیر مقلدین کو کسی طرح بھی سود مند نہیں۔

دلیل 8:

عن یزید بن شریك سالت عمر بن الخطاب: أأَقرَءُ خلف الامام ؟ قال: نعم۔ قال: اِنْ قرأتَ یا امیرَالمؤمنین؟ قال: وان قراءتُ۔

(جزء القراءۃ للبخاری ص 65)

جواب نمبر 1:

دلائل احناف کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر گزر چکا ہے کہ وہ قراءت سے منع فرماتے تھے۔ اگر یہ پیش کردہ اثر صحیح بھی ہو جائے تب بھی غیر مقلدین کو سود مند نہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر مختلف الفاظ سے کتب میں مذکور ہے۔ ان میں سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کے کسی حصہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ مثلاً۔۔

فاتحۃ الکتاب وشیئا (کتاب القراءۃ للبیہقی ص 620)

بفاتحۃ الکتاب ومعھا (کتاب القراءۃ ص 61، السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص 167)

بفاتحۃ الکتاب وشیئ معھا (کتاب القراءۃ ص 61)

بفاتحۃ الکتاب ومعھا شیئ (جامع المسانید ج1 ص 346)

ظاہر بات کہ غیر مقلد صرف فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں، مازاد کے جواز کے بھی قائل نہیں۔ لہٰذا یہ اثر انھیں سود مند نہیں۔

جواب 2:

اس اثر میں قراءت کی صرف اجازت واختیار کا ذکر ہے جبکہ فریق مخالف اسے واجب سمجھتا ہے۔

جواب 3:

قراءۃ خلف الامام کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہی بھی ثابت ہے (کما مر) اور یہاں فاتحہ ومازاد علی الفاتحہ کی اجازت بھی ثابت ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ حکم آپ منفرد کو دینا چاہتے تھے، راوی سے غلطی ہوئی کہ اسے مقتدی کے حق میں نقل کر دیا۔

غیر مقلدین کے چند شبہات کے جوابات

شبہ نمبر 1:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ملاجیون الحنفی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ اس آیت "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" (سورۃ المزمل:20) کے عموم سے مقتدی پر قراءت واجب ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"اس آیت کے بارے میں ملاجیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

فان الاول بعمومه یوجب القراءۃ علی المقتدی۔

پس بے شک پہلی آیت (آیت مذکورہ بالا) اپنے عموم کے ساتھ مقتدی پر قراءت واجب کرتی ہے۔"

(فاتحہ خلف الامام از زبیر علی زئی: ص:32)

جواب:

اولاً۔۔۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ والی آیت اور اس کے تحت تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصا فقہاء احناف اور اجماع امت اکثری سے واضح ہوا ہے کہ مقتدی کو قراءۃ خلف الامام سے منع کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً۔۔۔فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کا شان نزول نماز تہجد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

قَالَ فِي الْمُزَّمِّلِ (قُمِ اللَّيْلَ إِلاَّ قَلِيلاً نِصْفَهُ) نَسَخَتْهَا الآيَةُ الَّتِي فِيهَا (عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَنَاشِئَةُ اللَّيْلِ أَوَّلُهُ وَكَانَتْ صَلاَتُهُمْ لأَوَّلِ اللَّيْلِ يَقُولُ هُوَ أَجْدَرُ أَنْ تُحْصُوا مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

(سنن ابی داوٗد ج:1 ص192 باب نَسْخِ قِيَامِ اللَّيْلِ وَالتَّيْسِيرِ فِيهِ، اعلام الموقعین لابن القیم ج:2 ص327، نیل الاوطار للشوکانی ص:243)

اور نماز تہجد اکیلے پڑھی جاتی ہے، جماعت کے ساتھ نہیں، لہذا فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ سے مقتدی پر قراءت واجب کرنا باطل و مردود ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔ملاجیون رحمہ اللہ م: 1130ھ حنفی مقلد ہیں مطلق مجتہد نہیں۔ یہ شیخ ملاجیون رحمہ اللہ کا ذاتی تفرد، سہو یا وہم ہے جو تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصا فقہاء احناف کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ خود زبیر علی زئی نے ایک مقام پر لکھا: ”ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتیٰ بہا نہیں ہیں“ (الحدیث ش86 ص36 جولائی 2011ء)

شبہ نمبر2:

فاتحہ قراءۃ نہیں، بلکہ قراءۃ فاتحہ کے بعد والی سورتوں کی ہوتی ہے۔لہذا فاتحہ پڑھنے سے ان احادیث کی مخالفت لازم نہیں آتی جن میں قراءت سے منع کیا گیا ہے۔

جواب:

فاتحہ قراءت ہے، احادیث ملاحظہ ہوں:

1:عن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً ....فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ۔

(صحیح البخاری ج1 ص103 باب بَاب مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ)

غیر مقلدین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔لہذا یہاں فاتحہ ہی کو قراءت کہا گیا ہے۔ اگر غیر مقلد اس پر مصر ہوں کہ فاتحہ کے بعد والی سورت ہی قراءت ہے تو انہیں چاہیے کہ فاتحہ ختم کر کے تکبیر کہیں، پھر اللھم باعد والی دعا پڑھیں۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ نے بَاب وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ قائم فرمایا ہے اور اس کے تحت لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث ذکر کی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں فاتحہ قراءت ہے۔

3:عن أنس قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما يستفتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين۔

(سنن النسائی ج1 ص143 باب البداءة بفاتحة الكتاب قبل السورة)

4:عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلاة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العالمين۔

(صحیح مسلم ج1 ص194 باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر)

شبہ نمبر3:

فاتحہ قرآن نہیں ہے۔ دلیل آیت: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر:87)[ہم نے آپ کو سبع مثانی یعنی سورۃ فاتحہ اور قرآن عظیم عطاء کیا] غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے فاتحہ اور قرآن دونوں الگ الگ ہیں۔لہذا قرآن کی قراءۃ کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے نہ کہ فاتحہ کی قراءت کے وقت۔

جواب 1:

اگر فاتحہ کو قرآن نہ مانا جائے تو قرآن کی سورتوں کی تعداد 114 نہیں رہے بلکہ 113 ہو جائے گی۔

حالانکہ قرآن کی 114 سورتیں ہونے پر اجماع ہے۔

1: امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ م 794ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن عدد سور القرآن العظيم باتفاق أهل الحل والعقد مائة وأربع عشرة سورة كما هي في المصحف العثماني أولها الفاتحة وآخرها الناس۔

(البرهان في علوم القرآن ص251)

2: امام سیوطی رحمہ اللہ م 911ھ لکھتے ہیں:

أما سوره فمائة وأربع عشرة سورة بإجماع من يعتد به.(الاتقان فی علوم القرآن ج1 ص64)

3: علامہ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أجمعوا على أنّ القُرآنَ: مِئَةٌ وأربَعَ عَشَرَةَ سُورَةً (مقدمۃ التفسیر ص2)

اگر فاتحہ کو قرآن کی سورۃ شمار نہ کیا جائے تو اجماع کی مخالفت لازم آئیگی۔

جواب 2:

سبعاً من المثانی (سورہ فاتحہ) قرآن مجید میں داخل تھی لیکن اسے علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کی عظمت وشان اجاگر ہو جائے یہی اسلوب قرآن کریم میں دیگر مقامات پر ہے مثلاً:

قال تعالى: تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ (القدر :4)

یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ میں داخل تھے لیکن انہیں علیحدہ ذکر صرف مرتبہ ومقام بتانے کے لیے کیا۔

شبہ نمبر 4:

اگر امام کا قرآن پڑھنا مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور مقتدیوں کو قراءۃ منع ہے، تو پھر تشہد میں " رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" امام بھی پڑھتا ہے اور مقتدی بھی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو قرآن ہے؟

جواب :

تشہد میں "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" پڑھنے کی دو حیثیتیں ہیں :

(1) یہ قرآن ہے۔

(2) یہ دعا ہے۔

امام ومقتدی "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" دعا ہونے کی حیثیت سے پڑھتے ہیں، نہ کہ قرآن و قراءۃ ہونے کی حیثیت سے۔

شبہ نمبر 5:

امام کی قراءت کے وقت اگر خاموش رہنا اور امام کی قراءۃ کو غور سے سننا ضروری ہے، تو آپ لوگ فجر کی جماعت کے وقت سنتیں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس وقت بھی تو امام کی قراءۃ ہو رہی ہوتی ہے اور آپ لوگ سن رہے ہوتے ہیں۔

جواب:

امام کی قرءۃ کے وقت خاموش رہنا اور غور سے سننا ان نمازیوں کے لئے ضروری ہے جو اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوں، ہر نمازی کے لئے

ضروری نہیں۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن احمد نسفی م 710ھ فرماتے ہیں:

وجمهور الصحابة على انه في استماع المؤ تم. (مدارک التنزیل للنسفی: ج2ص133)

باقی رہا فجر کی سنتیں پڑھنے والا نمازی، تو وہ امام کی اقتداء نہیں کر رہا ہوتا۔

شبہ نمبر 6:

فاتحہ دعا ہے۔ جب نمازی فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے، لیکن آپ لوگوں کا امام تو فاتحہ پڑھتا ہے مقتدی نہیں پڑھتے۔ ان کی نماز اس دعا اور مناجات سے خالی ہوتی ہے؟

جواب:

قاعدہ ہے کہ انسان انفراداً انفراداً کسی کی خدمت میں حاضر ہوں تو اپنا مدعا انفراداً بیان کرتے ہیں اور جب وفد کی صورت میں کسی کی خدمت میں اپنا مدعا بیان کریں تو ایک کو اپنا نمائندہ بنا دیتے ہیں۔ وہی نمائندہ عرض و معروض کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح جب نمازی الگ الگ نماز پڑھتے ہیں تو ہر ایک فاتحہ پڑھتا ہے اور جب جماعت سے پڑھتے ہیں تو ایک کو نمائندہ (امام) بنا دیتے ہیں۔ اس کا عرض و معروض کرنا (فاتحہ پڑھنا) سب کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔